

فلاں یعنی محبوب ہے۔ اس طرح مجھے اس سے جو عشق ہے، وہ سب پر کھل جائے گا۔ یہ تو محبوب کی رسوائی ہوئی۔ خود مجھے لوگ یہ طعنے دیں گے کہ دیکھو عشق کا مدعی تھا اور اس کی کڑیاں سہہ نہ سکا۔ یہ طعنے میرے علاوہ محبوب کے لیے عزت کا باعث نہ ہوں گے۔ اگر ان قباحتوں کا ڈر نہ ہوتا تو میرے لیے مر جانا کون سا مشکل کام تھا؟ میں تو موت کا خیر مقدم کرتا، کیونکہ غموں اور مصیبتوں سے نجات مل جاتی۔ لیکن کروں کیا، راز محبوب کے کھل جانے کا خوف پریشان کر رہا ہے۔

۵۔ شرح : ڈر ہے تو یہ کہ عیش و نشاط کا عالم بدل جائے گا۔ یہ گردش کی نذر ہو جائے گا اور ہمیشہ باقی نہیں رہ سکتا، لہذا میں عیش و نشاط کا خواہاں ہی نہیں، کیونکہ جو چیز آج ہے اور کل نہیں ہوگی، اسے لے کر کیا خوشی ہو سکتی ہے اور وہ حاصل بھی ہو جائے تو ہر لمحہ اس کے بدل جانے اور ختم ہو جانے کا دغدغہ لگا رہے گا، اس وجہ سے عیش و نشاط حاصل ہونے کی حالت میں بھی اطمینان سے فائدہ نہ اٹھایا جاسکے گا۔ اس کے برعکس ہمیشہ کی محرومی کا کوئی غم ہی نہیں، کیونکہ برابر ایک حالت قائم رہے گی اور اس میں تبدیلی کا کوئی اندیشہ نہ ہوگا۔

مرزا نے یہ مضمون ایک فارسی شعر میں بھی نہایت عمدہ طریق پر باندھا ہے۔

زینہار از تعب آتش جاوید مترس

خوش بہار سیت کز ویم خزاں برخیزد

یعنی ہمیشہ کے لیے آگ میں جلنے کی سزا ملنے کا اندیشہ ہو تو خوفزدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس بہار کی اچھائی میں کسے کلام ہو سکتا ہے، جس پر کبھی خزاں نہ آئے۔

۶۔ شرح : مشہور ہے کہ لوگ اُمید پر جیتے ہیں، دنیا بہ اُمید قائم، گویا اُمید جینے کا سہارا ہے۔ لیکن یہاں خود زندگی ہی معرضِ خطر میں ہے۔ یعنی جس چیز